معلوم، نا معلوم

مجھے معلوم ہے
اک عمر اب بھی انت کو آواز دیتی ہے
مگر اس خام خواہش، حسرت بے جا کی بستی میں
ہٹیلے اور ضدی سبزۂ نوعمر کے ہر ایک باز یچے
گل و برگ و نہال و نخل کے اک ایک کوچے میں
ہزاروں شبنمی پیکر
فنا انجام ہو جانے سے بچنے کے جنون و خبط میں
خیل سواران عدم آباد کے پاؤں پکڑتے ہیں
تو لامحدود شادابی کے خوابوں کے پرندوں کو
یہی آواز اڑنے سے ڈراتی باز رکھتی ہے
پرندوں کی حجر باری کی زد سے
سبزہ وا حفاد آب و خاک کے درپے
تبختر زاد و فیل اندام تعبیروں کے بچ جانے
کی راہیں ڈھونڈتی ہموار کرتی ہے
یونہی اس خام خواہش، حسرت بے جا کی بستی میں
میں صدیوں سے فقط اک عمر کو
اک انت کو آواز دیتے سنتا رہتا ہوں
میں اپنی عمر، اپنے انت کو آواز کب دوں گا؟
مجھے معلوم ہی کب ہے!